شذرات

کسی قوم یا معاشرے کی زندگی کی یہ علامت ہے کہ اس میں ایسے افراد اور حکماء موجود ہوں جو قوم کے لیے ایسا قانون بنا سکتے ہوں جس پر نہ صرف وہ قوم عمل پیرا ہو سکے بلکہ دوسری اقوام بھی اس کو قبول کرلیں یا ایسا حکیم یا عالم قوم میں پیدا ہو جس کے علوم اور حکمت سے بے شمار انسان فائدہ حاصل کریں۔ اگر اس قسم کا کوئی فرد نہ ہو تو کوئی ایسا عالم ہو جس کے بنائے ہوئے قانون سے ایک قوم مستفید ہو یا ان کے علوم کا فیضان محدود لوگوں تک ہو اگر ایسا بھی کوئی فرد معاشرے میں موجود نہ ہو تو پھر اس میں کچھ ایسے لوگ اور خدارسیدہ افراد موجود ہوں جن کی صحبت اور فیضان سے خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو، ان کے ساتھ مل کر اگر عبادت ادا کی جائے تو اس میں حضورِ قلب کی کیفیت پیدا ہو جائے ۔ اگر یہ تینوں اقسام کسی قوم میں مفقود ہوں تو وہ قوم مردہ ہے اور ایسے پتھر کی طرح ہے جس سے کوئی نفع حاصل نہ ہو۔

قرآن حکیم میں یہود پر ایسی نعمتوں کی عطا کے بعد یہ بتایا گیا کہ اے بنی اسرائیل! اس کے بعد اب تمھارے قلوب سخت ہو گئے، پھر سخت پتھر کی طرح ہیں یا ان سے بھی سخت ہیں۔ اس کے بعد پتھروں کے اقسام بیان کیے گئے ہیں کہ کچھ پتھر تو ایسے ہوتے ہیں جن سے نہریں بہہ کر نکلتی ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جن سے کم مقدار میں پانی نکلتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے خوف سے گر پڑتے ہیں۔ ان تین قسم کے پتھروں کے بیان سے معاشرے یا قوم کے مذکور افراد کی طرف اشارہ ہے۔ ایسا حکیم یا عالم جس کے بنائے ہوئے قانون سے مختلف اقوام فائدہ حاصل

کریں یا اس کے علوم کا فیضان عام ہو وہ اس پتھر کی طرح ہے جس سے نہریں بہہ نکلتی ہیں - اور دُوسرے قسم کا عالم اس پتھر کی طرح ہے جس سے پانی بہہ نکلے اور وہ نہر کی طرح تو نہ ہو لیکن اس سے بھی چند لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہو - اور تیسرا خدا رسیدہ اس پتھر کی طرح ہے جو اللہ کے ڈر سے گر پڑے - یہودیوں میں جب یہ تینوں اقسام مفقود ہو گئے تو ان کو بے کار پتھر کے ساتھ تشبیہ دی گئی اور ان کو مردہ اور بے جان بتایا گیا - جس کے بعد ایک طویل مدت تک ان کی حکومتیں بھی ختم ہو گئیں -

ہمارے استاذِ محترم مولانا عبیدُاللہ صاحب سندھی فرمایا کرتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب پہلے قسم کے حکماء میں سے ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب دُوسرے قسم کے لوگوں میں آجاتے ہیں اور سید احمد وہ خُدا رسیدہ بزرگ تھے جن کی صحبت سے خوفِ خدا پیدا ہوتا تھا - اس قسم کے علماء اور حُکماء اب دیکھنے میں نہیں آتے - زمانہ ماضی قریب میں کچھ بزرگانِ دین اس معیار کے تھے، لیکن ایک ایک ہو کر اللہ کو پیارے ہو گئے -

علماء کا باہمی اختلاف اور جنگ وجدال قوم کی تباہی کا باعث ہوتا ہے - نیشاپور اور دُوسرے علمی مراکز کی تباہی اس قسم کے علماء کی سخت گیری سے وجود میں آئی - تبدید الظلام المخیم من نونیۃ ابن القیم (ص ۱۲۸) میں ہے کہ ہروی نے اپنے بعض ائمہ سے نقل کیا ہے کہ اشعری عقیدہ والوں کے ذبائح حلال نہیں ہیں کیونکہ وہ نہ تو مسلمان ہیں اور نہ اہلِ کتاب ہیں - اثری حضرات کا اشعریوں کے متعلق اس سے بھی سخت کلام وارد ہوا ہے - اسی طرح اشعریوں نے بھی اثریوں کے متعلق نہایت سخت گیری سے کام لیا ہے - یہ بات دونوں گروہوں کی کتبِ عقائد اور تراجم میں موجود ہے - ہر ایک فرقہ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ دُوسرے کے حق میں امراء اور بادشاہوں کو بھڑکاتے تھے - اور ان کو قتل کرواتے تھے - ایسے واقعات پر اطلاع کے لیے کتاب تاریخ الجہمیہ والمعتزلہ، علامہ قاسمی عرب کی دیکھنی چاہیے -

علامہ شعرانی نے کتاب لواقح الانوار فی طبقات الاخیار کے مقدمہ میں نقل کیا ہے کہ مصر کے عُلماء نے ایک شخص کے قتل کرنے کے متعلق فتویٰ صادر کیا - اس شخص کو پکڑ کر بادشاہ ظاہر بیبرس کے سامنے قتل کے لیے لایا گیا - بادشاہ نے دریافت کیا کہ کوئی ایسا عالم بھی ہے جو

یہاں حاضر نہ ہوا ہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں جلال الدین محلّی نہیں آئے۔ بادشاہ نے اس کو بلایا جب وہ عالمِ دین حاضر ہوا اور اس ملزم کو اس حالت میں دیکھا تو پوچھا اس شخص کو کیا ہوا؟ ابن بلقینی، محلّی کے ساتھ بات کرنے کے لیے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اس نے کفر کیا ہے۔ علامہ محلّی نے کہا کہ جس نے اس کے کفر کا فتویٰ دیا ہے اس کی سند کیا ہے؟ ابن بلقینی نے اپنے والد کا حوالہ دیا کہ ایسے ہی شخص کے متعلق انھوں نے کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ علامہ محلّی نے جواباً فرمایا کہ جناب تم ایک مسلمان کو اپنے باپ کے فتویٰ سے قتل کرنا چاہتے ہو۔ یہ کہہ کر انھوں نے کہا کہ اس کی زنجیریں کھولو۔ اور اس کو ہاتھ سے پکڑ شاہی محل سے باہر لے گیا۔ بادشاہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور لوگ اس کی جرأت پر حیران تھے۔

ہمارے استاذ محترم مولانا سندھیؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے کچھ فقہائے اسلام اپنے مخالفوں کے لیے قتل کا فتویٰ صادر کرتے تھے اور امراء اور بادشاہوں کو اس کے لیے بھڑکاتے تھے فقہاء کی یہ شدت قرآنی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اصل میں یہ شدت ان میں کتاب اللہ اور سنتِ رسولؐ کا اتباع چھوڑنے کی وجہ سے آگئی۔ وہ صرف فقہاء کا اتباع چلاتے تھے، چاہے اس میں صریح سنت کی مخالفت کیوں نہ ہو۔ ہمارے دَور کے اہل حدیث حنفی فقہاء پر کتاب اور سنت کی مخالفت کا الزام لگاتے ہیں۔ ہم علماء کو محقق حنفیوں کی کتابوں کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ لیکن مفتیانِ عظام کا عام دستور یہ ہے کہ وہ ضعیف فتاویٰ پر اعتماد کرتے ہیں۔ جب جہالت اس درجے کو پہنچ جائے تو پھر وہ لوگ دُوسرے ادیان کی نظروں سے بھی ساقط ہو جاتے ہیں اور دین کا نام لے کر دین پر بہتان بازی کرتے ہیں۔ اصل دین اور فقہ حنفی کو ان کے فتاویٰ سے کوئی واسطہ نہیں۔